علامہ کاسانیؒ کا منہج اور اُسلوب: "بدائع الصنائع" کی "کتاب الزکوۃ" کا اختصاصی مطالعہ

ʿAllāmah al-Kāsānī's Style of Thematic Interpretation: An Exploratory Study of Kitāb al-Zakāt fi Badāʾiʿ aṣ-Ṣanāʾiʿ

Ihsan Ullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar
Email: Ihsan.toda@gmail.com.pk

Dr. Muqaddas Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar
Email: drmqds@qurtuba.edu.pk

ABSTRACT

Allama Ala' al-Din al-Kasani (d. 1191 CE), a prominent Hanafi jurist, is renowned for his magnum opus, Bada'i' al-Sana'i' fi Tartib al-Shara'i' (The Marvellous Arts in the Arrangement of the Laws). This extensive work, running into seven volumes in modern print, is not merely a commentary on his teacher al-Samarqandi's Tuhfat al-Fuqaha' but rather a systematic and comprehensive exposition of Hanafi fiqh.

While the term "thematic interpretation" might not have been explicitly used in the classical usul al-fiqh (principles of jurisprudence) literature in the way it is discussed today, we can discern elements of thematic organization and interpretation in al-Kasani's approach within Bada'i' al-Sana'i'. Here are some aspects of his style that reflect a thematic understanding of Islamic law:

Systematic Arrangement: The very title of his book, "in the Arrangement of the Laws," indicates a deliberate effort to organize the legal rulings in a structured and logical manner. He doesn't just present individual rulings; he groups them under specific thematic chapters and sub-chapters. This arrangement allows for a holistic understanding of related legal issues.

Comprehensive Coverage: Al-Kasani aims for a thorough treatment of various legal domains. Within each thematic chapter (e.g., on marriage, divorce, sales, etc.), he delves into numerous related issues, exploring different scenarios and rulings. This comprehensive approach reflects an understanding of the interconnectedness of legal topics within a broader theme.

Outlining Principles: Before delving into the details of each chapter, al-Kasani often begins with an outline, clearly stating the subjects he intends to cover. This methodological clarity helps the reader understand the scope and thematic focus of the subsequent discussion.

Integration of Underlying Rationale: While primarily a work of furu' (detailed legal rulings), Bada'i' al-Sana'i' implicitly reveals the underlying rationales and principles behind the specific rulings through the way al-Kasani presents and discusses them. By juxtaposing different rulings within a thematic framework, he allows the reader to discern the broader objectives and considerations of the Shari'ah related to that theme.

Comparison and Contrast: In his exposition, al-Kasani often compares and contrasts different rulings within the same thematic area, highlighting the nuances and distinctions based on varying circumstances. This comparative approach aids in a deeper understanding of the thematic coherence and the specific application of general principles.

Influence of Usul al-Fiqh: Although not explicitly focused on usul, al-Kasani's interpretations are undoubtedly informed by the principles of Hanafi jurisprudence. His thematic organization and the way he derives and presents rulings reflect the underlying methodologies of legal reasoning within the Hanafi school.

It's important to note that al-Kasani's work is primarily a detailed manual of Hanafi law. His "thematic interpretation" is manifested in his systematic organization, comprehensive treatment of related issues, and the implicit illumination of underlying principles within specific legal domains, rather than an explicit methodological framework of thematic analysis as might be found in later works focusing on the philosophy or objectives (maqasid) of Shari'ah.

Despite its methodological clarity, Bada'i' al-Sana'i' did not have an immediate major impact on the development of Hanafi law, perhaps overshadowed by other contemporary works like al-Marghinani's Al-Hidayah. However, its modern print edition in the 20th century has brought it significant attention, and it is now considered a central text in Hanafi academic institutions.

Keywords: Allama Kasani, Bada'i' al-Sana'i', Hanafi Fiqh, Thematic Interpretation, Kitab al-Zakat, Systematic Arrangement, ʿAllāmah al-Kāsānī's Style, Mawara un Nahar, tuhfa tul fuqaha, Halab

تمہید

مسلمانوں نے اپنے عروج کے دور میں تصنیف و تحقیق کے میدان میں جو بے مثال خدمات انجام دی ہیں، وہ آج بھی ان کے علمی مقام و مرتبے کا واضح ثبوت ہیں۔ انہی علمی شاہکاروں میں علامہ کاسانیؒ کی فقہی تصنیف بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع بھی شامل ہے، جو اپنی حسنِ ترتیب، فقہی گیرائی اور استدلالی مضبوطی کے باعث فقہ حنفی کی معتمد و مرجع کتاب شمار ہوتی ہے۔ تاہم اس کتاب سے بھرپور استفادے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے منہج واسلوب کو سمجھا جائے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے، جس میں کتاب الزکوٰۃ کے اختصاصی مطالعہ کی روشنی میں علامہ کاسانیؒ کے فقہی منہج اور اسلوب کو تطبیقاتی مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے:

علامہ کاسانیؒ کا تعارف اور علمی مقام و مرتبہ

یہ دنیا فانی اور عارضی ہے، یہاں ہر شخص ایک محدود وقت تک موجود رہتا ہے اور پھر اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ تاہم، بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے باوجود اپنے علمی ورثے اور خدمات کے باعث ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ علامہ ابو بکر الکاسانیؒ ایسی ہی شخصیت ہیں، جو چھٹی صدی ہجری میں علم و فضل کے حامل تھے۔ آج تقریباً نو سو سال گزرنے کے بعد بھی ان کی علمی خدمات اور تصنیفات کی بدولت ان کا نام علمی مجالس میں زندہ ہے، اور ان کی کتابیں آج بھی علماء اور طلباء کے درمیان مطالعے کا موضوع ہیں۔ ان کی علمی وراثت نہ صرف ان کی وفات کے بعد بلکہ ہر دور میں رہتی دنیا تک زندہ رہنے کی ضامن ہے:

نام ونسب:

آپؒ کا نام ابو بکر تھا، جو جلیل القدر صحابی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا تھا، والد کا نام مسعود اور دادا کا نام احمد تھا، علاء الدین اور ملک العلماء کے لقب سے مشہور ہوئے، کاسان کے علاقے کے رہنے والے تھے، ان تفصیلات کی روشنی میں آپ کو پورا نام یوں بنتا ہے: ملک العلماء علاء الدین اَبو بکر بن مسعود بن اَحمد الکاسانی۔[1]

وطن اور علاقہ:

آپؒ کا تعلق ماوراء النہر کے علاقے کاسان سے تھا، یہ دریائے سیحون کے کنارے واقع شہر شاش کے قریب میں واقع ایک علاقہ ہے۔ کاسان کا لفظ کاف اور سین کے ساتھ عام اور مشہور ہے، یہ لفظ شین کے ساتھ کاشان بھی پڑھا جاتا ہے، اور اسی سے نسبت "کاشانی" بھی ذکر کرتے ہیں، جبکہ شروع میں قاف اور شین کے ساتھ بھی منقول ہے، اس صورت میں نسبت "قاشانی" استعمال کرتے ہیں[2]۔

خاندانی پس منظر:

آپؒ کے خاندان کے حوالے سے زیادہ تفصیلات نہیں ملتی، البتہ حلب کی تاریخ پر لکھی گئی مشہور کتاب "بغیۃ الطلب" میں آپؒ کو "امیر کاسان" کے لقب سے موسوم کیا ہے[3]۔ جس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ آپ کا خاندان اپنے علاقے میں اثر ورسوخ والا خاندان تھا۔

پیدائش اور ابتدائی زندگی:

آپؒ کی حالاتِ زندگی پر لکھنے والوں قلم کاروں کے ہاں اس بات کی وضاحت نہیں ملتی کہ آپؒ کی پیدائش کب ہوئی تھی، اور نہ ہی آپؒ کی ابتدائی زندگی کے حوالے سے تفصیلات سامنے آتی ہیں۔

تحصیل علوم:

آپؒ نے حصولِ علم کے لیے اُس زمانے کے مشہور علمی اور مرکزی شہر بخاری کا انتخاب کیا، اور وہاں کے علمی ماحول سے خوب استفادہ کیا، اور بالخصوص اُس وقت کے مشہور حنفی عالم علاء الدین سمرقندیؒ کی صحبت میں ایک طویل عرصے تک رہے، اور مختلف علوم وفنون میں ان کی لکھی ہوئی کتابوں کا علم انہی سے حاصل کیا، چنانچہ "بغیۃ الطلب" میں لکھا ہے کہ

"بخاری میں اقامت پذیر ہوئے، اور وہیں اپنے شیخ امام علاء الدین محمد بن ابی احمد سمرقندی سے علم کی تحصیل میں مشغول رہے، اور اُن سے ان کی اکثر تصنیفات براہ پڑھی، جیسے فقہ میں "تحفۃ الفقہاء" اور قرآن مجید کی تفسیر میں "شرح التأویلات" اور ان دونوں کے علاوہ اصول کی کئی کتابیں بھی پڑھیں۔ اور اُن سے اور اُن کے علاوہ دیگر اہل علم سے حدیث کا درس لیا، اور اصول اور فروع دونوں طرح کے علوم میں مہارت حاصل کی"[4]

مشہور اساتذہ کرام اور تلامذہ:

بخاری جیسے علمی مرکز میں رہنے اور وہاں کے علمی ماحول سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے یقیناً علامہ کاسانیؒ نے اُس دور کے کئی نامور اہل علم سے استفادہ کیا ہو گا، جیسا کہ ماقبل میں یہ بات بیان بھی ہوئی کہ آپؒ نے حدیث کا علم اپنے شیخ علاء الدین سمرقندی اور دیگر اہل علم سے حاصل کیا، البتہ آپؒ کی حالات زندگی قلم بند کرنے والوں کے ہاں آپؒ کے شیوخ کی فہرست میں صرف علاء الدین محمد بن احمد سمرقندیؒ کا نام ملتا ہے[5]۔

آپؒ کی زندگی درس وتدریس میں گزری تھی، اور حلب جیسے اہم علمی شہر میں ایک اہم مدرسے میں بطور مدرس اور منتظم کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اپنے دور کے فقہاء کو پڑھایا، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپؒ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہو گی، لیکن آپؒ کی حالاتِ زندگی لکھنے والوں کے ہاں آپ کی شاگردوں کے ناموں کی زیادہ تفصیل نہیں ملتی، البتہ عبد الحی لکھنویؒ نے آپ کے شاگروں میں دو نام ذکر کیے ہیں: 1- آپ کا بیٹا محمود 2۔ احمد بن محمود غزنوی، جنہوں نے "المقدمۃ الغزنویۃ" لکھا ہے۔[6]

اخلاق اور طرزِ زندگی:

اس سے پہلے خاندانی پس منظر میں ہم اختصار کے ساتھ یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ علامہ کاسانیؒ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھے، جو علاقے کے معززین شمار ہوتے تھے، اور اس خاندانی پس منظر کا اثر تھا کہ آپؒ کی طرزِ زندگی بھی شاہانہ قسم کی تھی، چنانچہ آپؒ کی زندگی میں شجاعت اور نفاست کا وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے، "بغیۃ الطلب" میں لکھا ہے کہ

"آپؒ کی عادت تھی کہ مرنے دم تک گھوڑے پر ہی سواری کرتے تھے، اور آپ کے پاس ایک نیزہ تھا، جو سفر وحضر (ہر وقت) ساتھ رکھتے تھے، اور آپ کے مزاج میں امارت کی نخوت اور عزتِ نفس موجود تھی"[7]

"البرق الشامی" میں آپؒ کے اخلاق کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ

"آپؒ عمدہ اخلاق کی بہترین زیور سے آراستہ اور اچھے اوصاف کے مالک تھے"[8]

علمی مقام اور مرتبہ:

علامہ کاسانیؒ ایک عظیم اور وسیع المطالعہ عالم تھے، اور ان کی کتاب "بدائع الصنائع" اس بات کا واضح اور بین ثبوت ہے۔ آپؒ نے فقہ حنفی کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا تھا، اور ہر فقہی مسئلے سے متعلق ائمہ کے اقوال، دلائل، اور اصولی مباحث آپ کے ذہن میں ازبر تھے۔ اگرچہ فقہ حنفی آپ کا اختصاص تھا، آپؒ نے دیگر فقہی مکاتب فکر کا بھی گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ "بدائع الصنائع" میں جب آپؒ نے دیگر ائمہ کے اقوال اور ان کے دلائل کی تفصیل بیان کی تو یہ بات واضح طور پر ظاہر ہوئی کہ آپؒ کا فروعی مسائل پر دیگر مذاہب پر کس قدر گہرا مطالعہ تھا۔

آپؒ کی ابتدائی زندگی اپنے علاقے میں گزری، بعد ازاں آپؒ بخاریٰ چلے گئے، جہاں آپؒ نے ایک طویل عرصہ علمی حلقوں سے استفادہ کیا۔ پھر آپؒ بلاد روم تشریف لے گئے، جہاں آپؒ حاکمِ وقت کے خصوصی حلقوں میں شامل رہے۔ اس کے بعد آپؒ حلب آئے، جہاں نور الدین زنگیؒ نے آپؒ کو مدرسہ حلاویہ کا صدرِ مدرس مقرر کیا۔ جہاں بھی آپؒ نے قدم رکھا، وہاں کے علمی حلقوں میں آپؒ کی شخصیت نے نمایاں مقام حاصل کیا، اور آپؒ کو ہر جگہ انتہائی عزت واحترام دیا گیا۔

آپؒ کے بارے میں تعریفی کلمات لکھنے والے اہلِ علم میں سے عماد اصبہانی نے "البرق الشامی" میں آپؒ کو یوں بیان کیا ہے:

"آپؒ سخاوت میں مشہور، جامع علم کے حامل، شبہات کو دور کرنے والے، اور مبنی بر حقیقت دلائل پیش کرنے والے تھے۔ آپؒ وہ سمندر تھے جس کی لہریں بلند ہو رہی تھیں، اور وہ بارش تھے جس کے بادل مسلسل برستے رہتے تھے۔

آپؒ اپنے زمانے کے بے مثل عالم تھے اور پوری دنیا میں اپنے علم میں یکتا تھے"[9]

علامہ کمال الدین ابن العدیم آپ کے علمی شغف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"آپؒ علم سکھانے اور طلبہ کو فائدہ پہنچانے کے حریص تھے، آپ فقہ کے ماہر عالم اور درست عقیدہ رکھنے والے تھے۔ کثرت سے معتزلہ اور اہل بدعت کی مذمت بیان کرنے والے تھے، اور حالت یہ تھی کہ اپنے دروس میں کھلم کھلا ان لوگوں کر برائی بیان کرتے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے تھے"[10]

درس و تدریس سے وابستگی:

آپؒ کی حالاتِ زندگی پڑھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپؒ کی شہرت اگرچہ آپ کی مشہور تصنیف "بدائع الصنائع" کی وجہ سے ہوئی ہے، لیکن آپؒ کا اصل مشغلہ درس و تدریس تھا۔ اپنی تمام تر توجہ تدریس اور طلباء کی تعلیم و تربیت پر مرکوز رکھی، چنانچہ "بغیۃ الطلب" میں آپؒ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ

"ملکِ روم کے ساتھ ناچاقی کے بعد آپؒ حلب آئے تو نور الدین محمد بن زنگی نے آپ کے ساتھ عزت سے پیش آئے، اور انہیں مدرسہ حلاویہ میں تدریس کی سونپ دی، جو اس زمانے میں مسجد سراجین سے معروف تھا، اور مدرسے کا پورا انتظام آپؒ کے سپرد کر دیا گیا"[11]

تصنیفی اور تالیفی خدمات:

علامہ کاسانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے وسیع اور عمیق علم سے نوازا تھا، شرعی علوم میں فقہ کے ساتھ انہیں خصوصی مناسبت تھی، چنانچہ اصولی مباحث اور فقہی جزئیات پر انہیں یکساں عبور حاصل تھا۔ علامہ کاسانیؒ نے تدریس کے ذریعے اپنے علوم دیگر لوگوں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ مایہ ناز تصانیف بھی لکھی ہیں، جو ان کے علمی افق کی وسعت اور نظر کی دقت کا واضح ثبوت ہے۔ تراجم کی کتابوں میں ان کی دو مشہور تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے:

الف: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:

یہ کتاب در اصل ان کے استاذ علامہ علاء الدین سمرقندیؒ کی مشہور کتاب "تحفۃ الفقہاء" کی شرح ہے، فقہی مسائل پر انہوں نے منفرد انداز میں ایک ایسی کتاب لکھی ہے، جو اپنے حسنِ ترتیب اور قوت استدلال کے حوالے سے اہل علم میں اونچا مقام رکھتا ہے۔

ب: السلطان المبین فی أصول الدین:

اس کتاب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصولی مباحث پر مشتمل کتاب ہے۔ مگر اس کتاب کے مضامین سے متعلق مزید تفصیل نہیں مل سکی۔[12]

تاریخِ وفات:

ایک بھرپور علمی زندگی گزارنے کے بعد علامہ ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ نے اتوار کے دِن ظہر کی نماز کے بعد، دس رجب سن پانچ سوستاسی (587) ہجری کو اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے، آپؒ نے شام کے مشہور شہر حلب کے مقام پر وفات پائی تھی۔ وفات کے بعد آپ کی تدفین کے لیے حلب شہر کے مشہور مقام میں ہوئی، جو مقام ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ کاسانیؒ کی تدفین ان کی اہلیہ فاطمہ بنت علاء الدین سمرقندی رحمہا اللہ تعالیٰ کے پہلو میں ہوئی[13]۔

کتاب "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" کا تعارف اور علمی مقام و مرتبہ

ذیل میں چند امور کی روشنی میں کتاب کا جامع اور مختصر تعارف پیش کیا جائے گا:

کتاب کا موضوع:

علامہ کاسانیؒ کی مشہور تصنیف "بدائع الصنائع" کا مرکزی موضوع مذہبِ حنفی کے مطابق فقہی مسائل کی تفصیل و تشریح ہے۔ اس کتاب کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس میں فقہی مسائل کو نہایت منظم ترتیب اور منطقی انداز میں پیش کیا گیا ہے، اور ہر مسئلے کی دلیل بھی باقاعدہ ذکر کی گئی ہے۔ اگر کسی مسئلے میں فقہائے احنافؒ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے تو علامہ کاسانیؒ نے ان اختلافات کو پوری وضاحت اور ہر فریق کے دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب فقہ حنفی کے لیے ایک مستند و معتبر مرجع کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

علامہ کاسانیؒ نہ صرف حنفی نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں بلکہ دیگر فقہی مکاتبِ فکر، خاص طور پر ائمہ اربعہ کی آراء کو بھی مکمل احتیاط اور دیانت کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ وہ ہر مذہب کی رائے اس کے معتمد مصادر سے پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہر امام کی دلیل بھی اسی مذہب کے اصول و قواعد کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ اس جامع اور منصفانہ طرزِ بیان کی بنا پر "بدائع الصنائع" محض ایک حنفی کتاب نہیں، بلکہ فقہ مقارن (Comparative Jurisprudence) کے میدان میں بھی ایک اہم اور قابلِ اعتماد ماخذ شمار ہوتی ہے۔ کتاب کے مقصد اور اسلوبِ تالیف کی وضاحت کرتے ہوئے خود علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی اس کتاب میں فقہی مسائل کو منطقی ترتیب کے تحت جمع کیا ہے، اور اس کی تالیف میں وہ حکمت و اسلوب ملحوظ رکھا ہے جو اہلِ فن کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اہلِ دانش اسے تسلیم کرتے ہیں۔ ساتھ ہی میں نے دلائل کو واضح اور علمی نکات کو مضبوط بنیادوں پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اور ایسے الفاظ و تعبیرات اختیار کی ہیں جو معانی کے لحاظ سے نہایت موزوں اور بامحاورہ ہیں"[14]

"تحفۃ الفقہاء" اور "بدائع الصنائع" کا باہمی تعلق:

اس مقام پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ علامہ کاسانیؒ کی مشہور تصنیف "بدائع الصنائع" دراصل ایک علمی سلسلے کی توسیع ہے، جس کا آغاز اُن کے استاذ علاء الدین سمرقندیؒ نے "تحفۃ الفقہاء" کے ذریعے کیا تھا۔ "تحفۃ الفقہاء" بذاتِ خود علامہ قدوریؒ کی معروف فقہی تصنیف "المختصر" کی شرح و توضیح پر مبنی ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے اسی علمی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے نہ صرف اسے بہتر انداز میں مرتب کیا، بلکہ دلائل کے ساتھ مزین کر کے ایک جامع اور مستقل فقہی ذخیرہ بنا دیا۔

انہوں نے "بدائع الصنائع" کی تالیف میں اپنے استاذ کے طرزِ عمل کو پیش نظر رکھا، اس میں کئی ابواب و فصول کو منطقی ترتیب سے مرتب کیا، جہاں ضرورت ہوئی وہاں ترتیب میں رد و بدل کیا، اور علمی نکات کو وضاحت و دلائل کے ساتھ بیان کیا۔ خود اپنے مقدمے میں اس تعلق کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یقیناً ہمارے اس فن میں سابقین اور معاصرین مشائخ نے بہترین کام کیے ہیں، لیکن اکثر نے مسائل کی ترتیب پر زیادہ توجہ نہیں دی، سوائے میرے شیخ، امام زاہد علاء الدین محمد بن احمد بن ابی احمد سمرقندیؒ کے، جو اہلِ سنت کے جلیل القدر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ میں نے انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے راہِ صواب اختیار کی"[15]

اسی نسبت سے "بدائع الصنائع" کو بعض اہلِ علم نے "تحفۃ الفقہاء" کی شرح بھی قرار دیا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب علامہ سمرقندیؒ نے اپنے شاگرد کی یہ شاندار تصنیف دیکھی تو بے حد خوش ہوئے، اور اپنی بیٹی کا نکاح اُن سے کر دیا۔ اس پر یہ جملہ مشہور ہوا": کاسانیؒ نے اپنے استاد کی کتاب کی شرح لکھی، اور استاد نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا"

تاہم یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ "بدائع الصنائع" کو "تحفۃ الفقہاء" کی شرح اس معنٰی میں نہیں کہا جاتا کہ یہ روایتی طرز کی شرح ہو، جس میں اصل عبارت نقل کر کے اس کی وضاحت کی جاتی ہو۔ بلکہ علامہ کاسانیؒ نے "تحفۃ الفقہاء" کے مواد کو اس قدر سلیقے اور مہارت سے اپنی کتاب میں جذب کر لیا ہے کہ قاری کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کسی شرح کو پڑھ رہا ہے، بلکہ اسے ایک مستقل، مربوط اور اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔ یہی اسلوب درحقیقت علامہ کاسانیؒ نے اپنے استاد سمرقندیؒ سے اخذ کیا، جنہوں نے "مختصر القدوری" کی توضیح کے باوجود "تحفۃ الفقہاء" کو اس انداز سے لکھا کہ وہ ایک مستقل اور مکمل تصنیف محسوس ہوتی ہے، نہ کہ کسی دوسری کتاب کی محض شرح ہے۔

سببِ تالیف:

علامہ علاء الدین کاسانیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق فقہی تصنیف بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کے آغاز میں ایک مختصر مگر جامع مقدمہ قلم بند کیا ہے، جو نہ صرف کتاب کے منہج، اسلوب اور مصادر کی وضاحت پر مشتمل ہے بلکہ اس میں

سببِ تصنیف کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب کی تالیف کے لیے علم فقہ کا انتخاب اس کی دینی و عملی اہمیت اور عظمت کے پیشِ نظر کیا گیا، کیونکہ شریعتِ اسلامی میں ایمان و عقائد کے بعد جو علم سب سے زیادہ ضروری، مفید اور قابلِ توجہ ہے، وہ علم فقہ ہی ہے۔

فقہ، در حقیقت، وہ علم ہے جس کے ذریعے مکلف انسان کو حلال و حرام، واجب و مندوب اور مکروہ و مباح جیسے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور یہی معرفت عملاً دینی زندگی کے قیام و بقاء کے لیے ناگزیر ہے۔ علامہ کاسانیؒ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ جب تک کسی فعل کی شرعی حیثیت کا علم نہ ہو—چاہے وہ حرمت ہو یا وجوب—اس وقت تک اس کے مطابق عمل یا اجتناب ممکن نہیں۔ لہٰذا علم فقہ وہ علم ہے جو انسان کو عملی زندگی میں صحیح راہنمائی فراہم کرتا ہے اور دینی فرائض کی ادائیگی میں معاون بنتا ہے۔

اگرچہ علمائے امت نے قدیم و جدید ادوار میں اس فن پر گراں قدر تصانیف کا ذخیرہ امت کو عطا کیا ہے، تاہم علامہ کاسانیؒ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بیشتر متون میں فقہی مسائل کی ترتیب و تنقیح کو وہ اہتمام حاصل نہ تھا، جو اس علم کے وقار اور تدریسی ضرورت کے شایانِ شان ہو۔ اس کے برعکس ان کے استاد، شیخ علاء الدین سمرقندیؒ کی کتاب تحفۃ الفقہاء اس پہلو سے نمایاں مقام رکھتی ہے کہ اس میں فقہی مسائل کو نہایت مرتب اور منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم اختصار کے باعث وہ کتاب بعض اوقات استفادہ کنندگان کے لیے قدرے مشکل محسوس ہوتی تھی۔

اسی علمی و عملی ضرورت کے پیشِ نظر علامہ کاسانیؒ نے ایک ایسی تصنیف کا بیڑا اٹھایا، جو ایک طرف ترتیب و تنظیم کے اعلیٰ اصولوں پر مبنی ہو، اور دوسری طرف فقہی استدلال، دلائل، اور تنقیحات کے اعتبار سے بھی وقیع ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے استاد محترم کی پیروی کرتے ہوئے فقہی مسائل کو جامع انداز میں مرتب کیا، ان پر مدلل گفتگو کی، اور ضرورت کے مطابق ترتیب میں اصلاح و تجدید کا اہتمام بھی کیا۔ سببِ تصنیف بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ مقدمہ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات و صفات کے علم کے بعد علم فقہ سے افضل کوئی علم نہیں۔ اسی کو علمِ حلال و حرام اور شریعت و احکام کا علم کہا جاتا ہے۔ اسی علم کی تبلیغ و تعلیم کے لیے انبیاء مبعوث ہوئے اور آسمانی کتب نازل ہوئیں، کیونکہ یہ علم عقلِ محض سے حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ نقلی دلائل کی روشنی میسر نہ ہو۔ اس علم کی فضیلت پر مشتمل احادیث و آثار اس کثرت سے وارد ہوئے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ بے شک، ہمارے مشائخ نے اس فن میں ماضی و حال میں عمدہ تصانیف پیش کی ہیں، مگر مسائل کی ترتیب پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی، سوائے میرے استاد محترم کے، جو سنت کے وارث، علم کے امین، اور اہلِ سنت کے زعیم شمار ہوتے ہیں—یعنی شیخ امام

علاء الدین محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندیؒ۔ میں نے انہی کی پیروی میں اس راہ کا انتخاب کیا، اور انہی کی برکت سے مجھے صواب کی راہ نصیب ہوئی"[16]

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ بدائع الصنائع محض ایک فقہی کتاب نہیں، بلکہ یہ ایک منظم علمی منصوبے کی تکمیل ہے، جس میں فقہ حنفی کی جملہ تفصیلات کو منطقی، اصولی اور استدلالی انداز میں یکجا کیا گیا ہے، اور جس نے بعد کے فقہی مآخذ پر گہرے اثرات مرتب کیے

غرضِ تالیف:

جیسا کہ سابقہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے، علامہ علاء الدین کاسانیؒ کی فقہی تصنیف بدائع الصنائع دراصل فقہی مباحث کو آسان، منظم اور علمی اصولوں کے مطابق پیش کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس تالیف کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ فقہ حنفی کے منتشر مسائل کو ایک ایسے مربوط نظام کے تحت یکجا کیا جائے، جو فہم کے قریب، مطالعہ میں سہل، اور استدلال کے اعتبار سے قوی ہو۔ یہ علمی خدمت اس فقہی کام کی توسیع و تکمیل ہے، جس کی بنیاد خود ان کے استاد، علامہ علاء الدین سمرقندیؒ نے اپنی مشہور کتاب تحفۃ الفقہاء میں رکھی تھی۔

علامہ کاسانیؒ نے اپنے استاد کی کاوش کو سامنے رکھتے ہوئے نہ صرف فقہی مسائل کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا، بلکہ ان میں منطقی ترتیب، اقسام و فصول کی تقسیم، اور استدلالی اسلوب کو بھی اختیار کیا۔ ہر باب کے تحت متعلقہ اقسام کو الگ الگ عناوین کے تحت ذکر کیا گیا، اور ہر عنوان کے تحت مسائل کو قواعدِ فقہیہ اور اصولِ استنباط کی روشنی میں دلائل کے ساتھ مرتب انداز میں پیش کیا گیا۔ خود مصنفؒ اس مقصدِ تالیف کی وضاحت کرتے ہوئے مقدمۂ کتاب میں فرماتے ہیں:

"کیونکہ ہر فن میں تصنیف و تالیف کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے طلبہ کے لیے حصولِ علم کا راستہ آسان بنایا جائے، اور اس انداز میں پیش کیا جائے جو طالب علم کی فہم و ادراک کے قریب ہو۔ یہ مقصد تب ہی بخوبی حاصل ہو سکتا ہے جب مسائل کو ایسے اصولی اور فنی نظم کے ساتھ مرتب کیا جائے جو عقل و حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مسائل کی اقسام و فصول کو متعین کیا جائے، اور ہر قسم کو اصول و قواعد کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ فہم میں سہولت، ضبط میں آسانی اور حفظ میں پختگی حاصل ہو۔ اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا اور کتاب کی افادیت دوچند ہو جائے گی۔ اسی لیے میں نے ترتیب و تنظیم پر خاص توجہ دی ہے"[17]

علامہ کاسانیؒ کا یہ علمی منہج نہ صرف ان کی فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے بلکہ اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ ان کی تالیف محض مسائل کی جمع و ترتیب پر مبنی نہیں، بلکہ ایک علمی و استدلالی منصوبے کے تحت تدوین کردہ فقہی ذخیرہ ہے، جو آج بھی فقہ حنفی اور فقہ مقارن دونوں کے لیے ایک بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب کی علمی قدر و قیمت:

علامہ کاسانیؒ نے اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں فقہی مسائل کو ایک نئے انداز اور اسلوب میں پیش کیا۔ مسائل کو منطقی انداز میں ترتیب دی، ہر باب کے شروع میں پورے باب کا بہترین خلاصہ پیش کیا، تعبیر انتہائی آسان رکھی، اور ہر ہر مسئلے کو دلائل کی روشنی میں اچھے انداز میں سمجھایا، اپنی کتاب کی ان امتیازی خصوصیات کا تذکرہ خود علامہ کاسانیؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"میں نے اپنی اس کتاب میں فقہی مسائل پر مشتمل منطقی ترتیب پر مرتب چند جملے جمع کیے ہیں، اور اس میں تالیف کی وہ حکمت پیش نظر رکھی گئی ہے، جو اہل فن کے ہاں پسندیدہ ہے، اور اہل حکمت اُس کے سامنے سر جھکا لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ واضح دلائل اور مضبوط علمی نکات پیش کیے گئے ہیں، جن کے لیے انتہائی مضبوط اور معانی کے مطابق تعبیرات اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے"[18]

ان خصوصیات کی وجہ سے کتاب کو بہت جلد ہی مقبولیت حاصل ہوگئی اور خود ان کا اُستاد علاء الدین سمرقندیؒ کو ان کی اس تصنیف سے اس قدر خوشی ہوئی کہ اپنی بیٹی کا نکاح علامہ کاسانیؒ کے ساتھ کرا دیا، آپؒ کی یہ بیٹی علم فقہ میں مہارت رکھتی تھیں، اور بڑے بڑے امراء کی طرف سے انہیں نکاح کا پیغام ملا تھا، لیکن والد کی طرف سے انکار سامنے آیا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ کاسانیؒ کے اس کام سے اُن کا اُستاد کس قدر متاثر ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے میں یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ "شرح تحفتہ وتزوج ابنتہ"، حاجی خلیفہؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ

"اور جب علامہ کاسانیؒ نے یہ شرح مکمل کی تو تحفۃ الفقہاء کے مصنف کے سامنے اِسے پیش کیا، انہوں نے بہت تعریف و توصیف کی، اور اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح ان سے کرا دیا، جو فقہ میں مہارت رکھتی تھیں تو مشہور ہوا کہ "اپنے اُستاد کی کتاب کی شرح لکھی اور اُن کی بیٹی سے شادی کر لی"[19]

آپؒ کی کتاب سے بعد میں آنے والے حنفی فقہاء نے خوب استفادہ کیا ہے، اور ہمیشہ ان کی اس خدمت کو سراہا ہے، چنانچہ خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین شامیؒ ان کی اس کتاب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"بدائع یہ بڑی شان اور عظمت والی کتاب ہے، میں نے فقہ حنفی پر لکھنے والی کتابوں میں اس کی نظیر کوئی نہیں دیکھی"[20]

آپؒ کی اس کتاب تعریف و توصیف صرف حنفی فقہاء تک محدود نہیں، بلکہ دیگر مذاہب کے فقہاء بھی اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، چنانچہ ایک مشہور شافعی المسلک عالم شمس الدین خسروشاہیؒ[21] "بدائع الصنائع" کے حوالے سے فرماتے ہیں، جیسا کہ "بغیۃ الطلب" کے مصنفؒ نے لکھا ہے کہ

"شمس الدین خسروشاہیؒ قاہرہ میں مجھے کہنے لگے کہ "تمہارے ہم مذہب لوگوں میں سے علامہ کاسانیؒ نے فقہ کے موضوع پر "البدائع" کے نام سے کتاب لکھی ہے، میں وہ کتاب دیکھ چکا ہوں، اُس جیسی کتاب ابھی تک کسی بھی مصنف نے نہیں لکھی، نہ فقہائے احناف میں سے اور نہ شوافع میں سے، اور انہوں نے خوب بڑھ چڑھ کر اس کتاب کی تعریف بیان فرمائی"[22]

کتاب "بدائع الصنائع" میں علامہ کاسانیؒ کے منہج اور اُسلوب کا بیان

علامہ کاسانیؒ کی کتاب "بدائع الصنائع" فقہی کتابوں میں بڑی اہمیت اور اونچا مقام حاصل ہے۔ اہل علم کے ہاں اس کو اہمیت ملنے میں جہاں تک اس کے علمی مواد کا دخل ہے، اُس سے کہیں زیادہ اس کتاب کے منہج اور اسلوب کا دخل ہے۔ اس کتاب کی حسن ترتیب اور اسلوبِ نگارش کی وجہ اس کی قدر وقیمت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ کتاب کی اس پہلو کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذیل میں مختلف جہات سے علامہ کاسانیؒ کے منہج اور اسلوب کو زیر بحث لایا جائے گا:

کتاب کی عمومی ترتیب:

علامہ کاسانیؒ نے بھی دیگر فقہاء کی طرح اپنی کتاب میں عبادات کو پہلے ذکر فرمایا ہے۔ عبادات کے بعد معاملات کا بیان ہے، اور معاملات میں خاندانی معاملات کو مالی معاملات میں مقدم رکھا ہے۔ پھر مالی معاملات میں اجارہ کو بیوع پر مقدم رکھا ہے۔ معاملات کے بعد عقوبات کا بیان ہے۔

علامہ کاسانیؒ کتاب کا عنوان قائم کرتے ہیں، اور پھر متعلقہ موضوع سے متعلقہ مسائل اور مباحث کو متعدد قسموں کی طرف تقسیم کرتا ہے۔ پھر ہر قسم سے متعلقہ مسائل کو فصل کے عنوان کے تحت ذکر کرتا ہے۔ یوں پڑھنے والے کے ذہن میں شروع ہی سے متعلقہ مباحث اور مسائل کا اجمالی نقشہ سامنے آجاتا ہے، اور پھر اُس نقشے کی روشنی میں اسے تمام مباحث مطالعہ کرنے کو موقع مل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کتاب الزکوۃ کے شروع میں انہوں نے مسائل ومباحث کی تقسیم یوں فرمائی ہے کہ

"زکوٰۃ سے متعلق دو بنیادی چیزیں ذکر فرمائی ہیں: اول، زکوٰۃ کی انواع واقسام؛ دوم، ہر قسم سے متعلق شرعی احکام کا تفصیلی بیان۔ زکوٰۃ کی اقسام کے بیان میں وہ ابتدا دو بڑی اقسام سے کرتے ہیں: پہلی، فرض زکوٰۃ جو مال سے ادا کی جاتی ہے؛ اور دوسری، واجب زکوٰۃ جو صدقۂ فطر یعنی سر کے صدقے کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ پھر فرض زکوۃ کو وہ مزید دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں: اول، نقدی، مالِ تجارت اور مویشیوں کی زکوۃ؛ دوم، زمین کی پیداوار سے متعلق زکوٰۃ۔ ان میں سے پہلی قسم کی تفصیل میں علامہ کاسانیؒ متعدد اہم مباحث کا ذکر کرتے ہیں، جن میں زکوٰۃ کی فرضیت، اس کی کیفیت اور سبب، زکوٰۃ کے ارکان اور اس کی شرائط، نیز وہ اسباب شامل ہیں جن کے باعث فرض زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی

فرضیت کے دلائل میں علامہ کاسانیؒ قرآن، سنت، اجماع امت اور عقل و قیاس سبھی کو بنیاد بناتے ہیں، اور ہر دلیل کو تفصیل اور فنی انداز میں پیش کرتے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ کاسانیؒ نے فقہی مسائل کو مرتب انداز میں پیش کرنے کو کس قدر اہمیت دی ہے، اور باقاعدہ اہتمام سے ہر کتاب کے شروع میں اُس کے تمام مباحث کا خلاصہ پیش کیا ہے تاکہ اجمالی طور پر تمام مباحث سامنے آجائیں، اور پھر ان کی تفصیلات دیکھ کر مسائل سہل و آسان انداز میں ذہن نشین ہو جائیں۔

اپنے اس منہج اور اسلوب کی طرف علامہ کاسانیؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"میں نے اپنی اس کتاب میں فقہی مسائل پر مشتمل منطقی ترتیب پر مرتب چند جملے جمع کیے ہیں، اور اس میں تالیف کی وہ حکمت پیش نظر رکھی گئی ہے، جو اہل فن کے ہاں پسندیدہ ہے، اور اہل حکمت اُس کے سامنے سر جھکا لیتے ہیں"[23]

استدلال اور تعلیل میں علامہ کاسانیؒ کا منہج:

علامہ کاسانیؒ نے اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں موجود فقہی مسائل میں سے تقریباً ہر مسئلہ کی دلیل اور علت بیان کرنے کا اہتمام فرمایا ہے، اور اس بات کی اہمیت کی پیش نظر آپؒ نے اپنی کتاب کے مختصر سے مقدمے میں بھی اس بات کا حوالہ دیا ہے کہ کتاب میں موجود فقہی مسائل میں سے ہر مسئلہ دلیل کی روشنی میں لکھا جائے گا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"میں نے اپنی اس کتاب میں فقہی مسائل کا معتد بہ ذخیرہ جمع کیا ہے--- مسائل کے ساتھ ساتھ واضح دلائل اور مضبوط نکات پیش کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے"[24]

دلیل پیش کرنے میں آپؒ کا اسلوب یہ ہے کہ آپ نے شرعی احکام کے مآخذ کی ترتیب سے دلائل بھی پیش کیے ہیں، یعنی سب سے پہلے قرآن مجید سے دلیل پیش کرتے ہیں، پھر ذخیرۂ احادیث سے، پھر اجماع سے اور پھر قیاس سے۔ اگر کوئی مسئلہ ذیلی مآخذ مثلاً عرف وغیرہ سے لیا گیا ہے تو وہاں ذیلی مآخذ کا بھی حوالہ دیتے ہیں، چنانچہ زکوۃ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے مصنفؒ نے پہلے اجمالی طور پر حوالہ دیا ہے کہ زکوۃ کی فرضیت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس چاروں بنیادی مآخذ سے ثابت ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"جہاں تک پہلی بحث ہے تو زکوۃ کی فرضیت کی دلیل قرآن بھی ہے، سنت بھی ہے، اجماع بھی ہے اور قیاس بھی"[25]

اجمالی طور پر ان دلائل کا حوالہ دینے کے بعد مصنفؒ نے ترتیب کے ساتھ ان دلائل کی تفصیل ذکر کی ہے، چنانچہ سب سے پہلے قرآن مجید کی ان آیات کو بیان فرمایا ہے، جن سے زکوۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، اور اس سلسلے میں کئی آیات کا حوالہ دیا، البتہ ہم یہاں صرف ایک دو کو بطور مثال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

" أما الكتاب فقوله تعالى:**{وآتوا الزكاة}**، وقوله عز وجل: **{خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها}**".[26]

"جہاں تک کتاب اللہ (سے زکوۃ کی فرضیت کی بات) ہے تو اس کی دلیل اللہ جل شانہ کا ارشاد **{وآتوا الزكاة}** ہے، دوسری دلیل اللہ جل شانہ کا ارشاد **{خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها}** ہے"

قرآن مجید سے زکوۃ کی فرضیت پر کئی دلائل دینے کے بعد شرعی احکام کے دوسرے مآخذ سنت سے بھی کئی دلائل پیش کئے ہیں، اس میں بطور نمونہ ایک دلیل پیش خدمت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"وأما السنة فما ورد في المشاهير عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "بني الإسلام على خمس...الحديث"[27]

"اور جہاں تک سنت سے دلیل ہے تو وہ حدیث ہے، جو حدیث کی مشہور کتابوں میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " بني الإسلام على خمس...الحديث""

سنت کے بعد اجماع اور قیاس سے بھی زکوۃ کے حکم کی فرضیت پر بحث کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"وأما الإجماع فلأن الأمة أجمعت على فرضيتها، وأما المعقول فمن وجوه: أحدها....الخ"[28]

"جہاں تک اجماع ہے تو زکوۃ کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے۔ اور جہاں تک عقلی دلیل ہے تو کئی جہتوں سے پیش کی جاسکتی ہے۔ پہلی جہت یہ ہے کہ۔۔۔۔"

بسا اوقات قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل دینے کے بجائے قرآن وسنت سے اخذ شدہ کسی قاعدے اور اصول کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، چنانچہ کافر پر زکوۃ فرض نہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے جمہور فقہائے احناف کے ہاں تسلیم شدہ قاعدے "الكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات" کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"لأنها عبادة والكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات هو الصحيح من مذهب أصحابنا"[29]

"کیونکہ زکوٰۃ عبادت ہے، اور کفار اُن فروعی احکام کے مکلف نہیں ہیں، جو عبادات کے قبیل سے ہیں۔ یہی ہمارے فقہائے احناف کا صحیح مذہب ہے"

کسی مسائل کے دلائل بیان کرتے ہوئے بطور نمونہ جو مثال اوپر پیش کی گئی ہے، اس مثال سے آپ کے اسلوب اور منہج کے چند اور پہلو بھی سامنے آتے ہیں کہ

جس آیت یا حدیث سے طریقۂ استدلال معروف ہو تو وہاں علامہ کاسانیؒ صرف آیت یا حدیث کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں، اور طریقۂ استدلال کی وضاحت نہیں کرتے، مثال کے طور پر زکوٰۃ کی فرضیت کے ثبوت کے سلسلے میں آپؒ نے کئی قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے کچھ آیات سے طریقۂ استدلال کی وضاحت نہیں فرمائی، کیونکہ ان سے استدلال واضح تھا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"أما الكتاب فقوله تعالى **{وآتوا الزكاة}** [البقرة: 43]، وقوله عز وجل **{خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها}** [التوبة: 103]".[30]

یہاں پہلی آیت سے بھی طریقۂ استدلال واضح ہے کہ یہ حکم امر کے صیغے کے ساتھ آیا ہے، اور صیغۂ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، پس ثابت ہوا کہ زکوٰۃ فرض ہے۔ دوسری آیت سے بھی یہی طریقۂ استدلال ہے۔ دونوں جگہوں پر علامہ کاسانیؒ نے طریقۂ استدلال کو ذکر نہیں کیا، کیونکہ طریقۂ واضح تھا۔

لیکن جہاں آیت کریمہ یا حدیث مبارکہ سے طریقۂ استدلال واضح نہ ہو تو وہاں علامہ کاسانیؒ طریقۂ استدلال کی وضاحت بھی کرتے ہیں، چنانچہ زکوٰۃ کی فرضیت کو ثابت کرتے ہوئے مزید چند آیات کا حوالہ دیا ہے، اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں طریقۂ استدلال کو بیان کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"وقوله: **{والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله}** فكل مال لم تؤد زكاته فهو كنز... فقد ألحق الوعيد الشديد بمن كنز الذهب والفضة ولم ينفقها في سبيل الله ولا يكون ذلك إلا بترك الفرض.[31]

درج بالا عبارت میں علامہ کاسانیؒ نے آیت کریمہ **{والذين يكنزون الذهب والفضة }** زکوٰۃ کی فرضیت پر بطور دلیل کے پیش کی ہے، اور چونکہ اس آیت سے طریقۂ استدلال واضح اور معروف نہیں تھا، اس لیے پہلے ایک حدیث کی روشنی میں اس بات کی وضاحت فرمائی کہ آیت کریمہ میں "کنز" مطلق سونا چاندی جمع کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ حدیث کی روشنی میں کنز سے مراد یہ ہے کہ انسان مال و دولت جمع کرنے کا اس قدر حریص بن جائے کہ وہ زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے تو شریعت کی روشنی میں ایسے مال کو کنز کہا جائے گا۔ اور آیت کریمہ میں مال ذخیرہ کرنے کی صورت میں جو وعید آئی ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے، کیونکہ ایک نفلی عمل کے ترک پر اتنی سخت وعید نہیں دی جاسکتی۔

مسائل کے بیان میں علامہ کاسانیؒ کا منہج اور اسلوب:

علامہ کاسانیؒ نے اپنی موسوعی تصنیف بدائع الصنائع میں فقہی مسائل کی تحقیق و تنقیح میں صرف فقہائے احنافؒ کی آراء پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ علمی دیانت و وسعتِ نظر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر فقہی مذاہب کی آراء کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ اگر کسی مسئلے میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے تو علامہ کاسانیؒ اس اختلاف کو نہ صرف نقل کرتے ہیں بلکہ ہر امام کی رائے کے ساتھ اس کی دلیل بھی مفصل طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر فقہائے احنافؒ کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو وہاں بھی ہر فقیہ کی رائے کو ذکر کر کے اس کے استدلال کو واضح کرتے ہیں، تاکہ مسئلے کا تمام تر تناظر علمی اور منہجی اعتبار سے قاری کے سامنے آجائے۔ اس سے علامہ کاسانیؒ کا منہج اجتہادی بصیرت، وسعتِ مطالعہ، اور منصفانہ طرزِ تحقیق پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔

علامہ کاسانیؒ کی کتاب بدائع الصنائع میں اگر کسی مسئلے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو تو اس کی بھی صراحت کرتے ہیں اور "بلا خلاف" یا اس سے ملتے جلتے تعبیرات کے ذریعے اس اجماعی موقف کو واضح کرتے ہیں۔ ان کی یہ طرزِ تحریر فقہی اتفاقات و اختلافات کو علمی ترتیب سے سمجھنے میں قاری کی رہنمائی کرتی ہے۔ کتاب الزکوۃ میں اس طرز کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ گائیں ہوں تو وہ ان میں سے ایک سالہ دو بچے—خواہ نر ہوں یا مادہ—بطور زکوۃ ادا کرے گا، اور اکسٹھ سے لے کر انہتر تک کی تعداد میں بھی یہی مقدار برقرار رہے گی، اضافی کچھ واجب نہ ہوگا۔ اس مسئلے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ نے اس پر "بلا خلاف" کہہ کر اجماع کی صراحت کی ہے، جو ان کے جامع اور منصف مزاج علمی اسلوب کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔

"فإذا زاد على الستين يدار الحساب على الثلاثينات والأربعينات في النصب وعلى الأتبعة والمسنات في الواجب، ويجعل تسعة بينهما عفوا بلا خلاف فيجب في كل ثلاثين تبيع أو تبيعة، وفي كل أربعين مسنة "[32]

"پھر جب تعداد ساٹھ سے اوپر ہو جائے تو تیس تیس اور چالیس چالیس کے نصاب کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی، اور فرض مقدار میں ایک سالہ یا دو سالہ بچہ دیا جائے گا، اور درمیان میں نو (9) گائے میں کوئی زکوۃ نہیں ہوگی، اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، لہٰذا ہر تیس میں ایک سالہ بچہ اور ہر چالیس میں دو سالہ بچہ بطور زکوۃ کے واجب ہوگا"

علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں فقہی مسائل کی توضیح و تشریح میں جہاں ایک جانب راجح اقوال کی ترجیح دی ہے، وہیں دوسری جانب اختلافی مسائل میں علمی امانت اور جامعیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مخالف اقوال کے نقل اور اُن کے دلائل کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ خواہ یہ اختلاف فقہائے احنافؒ کے مابین ہو یا دیگر مذاہب فقہ کے ساتھ ہو،

آپؒ کی علمی دیانت ہر مقام پر نمایاں نظر آتی ہے۔ اختلافی مسائل کے بیان میں آپؒ کا منہج یہ ہے کہ: سب سے پہلے وہ قول ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک راجح اور مختار ہو، پھر مسئلے سے متعلق دیگر اقوال کو تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ مخالفین کے دلائل — خواہ وہ نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، اجماع یا قیاسی واستدلالی نوعیت کے ہوں — بھی مکمل علمی اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے راجح قول کی تائید میں دلائل ذکر کرتے ہیں اور پھر مخالفین کے اقوال کا علمی انداز میں تنقیدی جائزہ لے کر ان کی وجوہِ ضعف کو واضح کرتے ہیں۔ اس پورے عمل میں علامہ کاسانیؒ علمی توازن، عدل و انصاف اور ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہیں۔

اس منہج کی تطبیقی مثال کتاب الزکوۃ کے اس مسئلے میں دیکھی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص مرتد ہو جائے اور ایک سال تک حالتِ ارتداد پر باقی رہے، پھر دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو کیا اس پر اس سال کی زکوۃ لازم ہو گی یا نہیں؟ اس مسئلے میں فقہائے احنافؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہائے احنافؒ کے نزدیک مرتد چونکہ کافر کے حکم میں ہے، اور کافر دنیاوی اعتبار سے عبادات کا مکلف نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر زکوۃ واجب نہیں ہو گی۔ دوسری طرف امام شافعیؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک کافر بھی دنیاوی طور پر عبادات کا مکلف ہوتا ہے، لہٰذا وہ زکوۃ کا مخاطب ہے، اور جب وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹے گا تو وہ زکوۃ اس کے ذمے لازم رہے گی، کیونکہ اس پر زکوۃ فرض ہو چکی تھی، محض اہلیتِ اداء موجود نہ ہونے کی وجہ سے عمل ممکن نہ تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اہلیت حاصل ہو گئی، تو اب اس پر سابقہ فرض کی ادائیگی لازم ہو گی۔ البتہ چونکہ عام کافر کو اسلام میں تخفیف دی گئی ہے کہ اسلام لانے کے بعد سابقہ عبادات کی قضا لازم نہیں، یہ تخفیف مرتد کو حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو چکا تھا اور پھر اس سے نکلنے کے بعد دوبارہ لوٹا ہے۔

یہ اختلاف مسئلہ بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ نے سب سے پہلے فقہائے احنافؒ کی رائے بیان فرمائی، جو علامہ کاسانیؒ کی نظر میں اس مسئلے میں راجح قول ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"وأما المرتد فكذلك عندنا حتى إذا مضى عليه الحول وهو مرتد فلا زكاة عليه حتى لا يجب عليه أداؤها إذا أسلم"[33]

مسئلے سے متعلق راجح قول ذکر کرنے کے بعد چونکہ مسئلہ میں امام شافعی اور ان کے پیروکاروں کا اختلاف تھا، اس لیے مخالفین کی رائے کی وضاحت بھی فرمائی، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"وعند الشافعي تجب عليه في حال الردة ويخاطب بأدائها بعد الإسلام وعلى هذا الخلاف الصلاة"[34]

اختلافی اقوال نقل کرنے کے بعد جب دلائل کی طرف آئے تو سب سے پہلے مخالف کے قول کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وجه قوله: أنه أهل للوجوب لقدرته على الأداء بواسطة الطهارة فكان ينبغي أن يخاطب الكافر الأصلي بالأداء بعد الإسلام إلا أنه سقط عنه الأداء رحمة عليه وتخفيفا له. والمرتد لا يستحق التخفيف؛ لأنه رجع بعد ما عرف محاسن الإسلام فكان كفره أغلظ فلا يلحق به"[35]

مخالف قول کی دلیل ذکر کرنے کے بعد راجح قول دلیل کی وضاحت فرمائی، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"ولنا قول النبي صلى الله عليه وسلم: "الإسلام يجب ما قبله" ؛ ولأن الزكاة عبادة والكافر ليس من أهل العبادة لعدم شرط الأهلية وهو الإسلام فلا يكون من أهل وجوبها كالكافر الأصلي"[36]

اس کے بعد مخالف قول پر جو دلیل پیش کی گئی تھی، اُس کا تنقیدی جائزہ لے کر استدلال کی کمزرویوں کی وضاحت فرمائی، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"وقوله: أنه قادر على الأداء بتقديم شرطه وهو الإيمان فاسد؛ لأن الإيمان أصل والعبادات توابع له بدليل أنه لا يتحقق الفعل عبادة بدونه، ....فالقول بوجوب الزكاة وغيرها من العبادات بناء على تقديم الإيمان جعل التبع متبوعا والمتبوع تابعا وهذا قلب الحقيقة، وتغيير الشريعة بخلاف الصلاة مع الطهارة؛ لأن الصلاة أصل والطهارة تابعة لها فكان إيجاب الأصل إيجابا للتبع وهو الفرق"[37]

نتائج بحث

مقالہ نگار نے علامہ کاسانیؒ اور ان کی مشہور کتاب "بدائع الصنائع" پر ایک مختصر تعارف اور منہج و اسلوب کی تفصیل کے بعد جو نتائج اخذ کیے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

- علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ چھٹی صدی ہجری کے اُن ممتاز حنفی فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔

- آپؒ کا تعلق اپنے دور کے مقتدر طبقے سے تھا، چنانچہ آپؒ نے بلادِ روم میں بادشاہ کے دربار میں قیام کیا اور بعد ازاں حلب میں نور الدین زنگیؒ کے زیرِ نگرانی مدرسہ حلاویہ کا انتظام سنبھالا۔
- آپؒ کی علمی رسوخ اور پختگی کا اعتراف ہر دور کے اہلِ علم نے کیا ہے، نہ صرف حنفی مکتبہ فکر میں بلکہ دیگر مکاتبِ فکر کے علماء بھی آپؒ کی علمی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔• "بدائع الصنائع" نہ صرف فقہ حنفی کے حوالے سے اہم مواد فراہم کرتی ہے بلکہ دیگر مذاہب اور فقہ کے اقوال پر بھی روشنی ڈالتی ہے، اس لیے یہ کتاب ایک موسوعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔
- آپؒ کی کتاب اپنی ترتیب اور ندرتِ تالیف میں آج بھی بے مثال سمجھی جاتی ہے، جو اسے دیگر تصانیف سے ممتاز کرتی ہے۔
- اگرچہ یہ کتاب "تحفۃ الفقہاء" کی شرح ہے، لیکن اس کا انداز اور اسلوب عام شروحات سے مختلف ہے، اور یہ ایک مستقل تصنیف کے طور پر محسوس ہوتی ہے۔
- علامہ کاسانیؒ نے کتاب کی ترتیب میں منطقی اور عقلی اصولوں کو اہمیت دی ہے، جس کی بدولت یہ کتاب ہمیشہ اہلِ نظر کے درمیان مقبول رہی ہے۔
- آپؒ ہر مسئلے کو بیان کرنے کے بعد اس کے نقلی اور عقلی دلائل پیش کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔• اختلافی مسائل میں آپؒ فقہائے احناف کے مختلف اقوال کے ساتھ ساتھ دیگر ائمہ کے اقوال اور ان کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں۔
- دیگر مذاہب کے اقوال نقل کرنے میں آپؒ انتہائی محتاط اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں، جو ان کے علمی دیانتداری کو ظاہر کرتا ہے۔
- راجح قول کو پہلے بیان کرتے ہیں اور اس کی دلیل کو آخر میں پیش کرتے ہیں، ساتھ ہی مرجوح اقوال کے دلائل پر تنقید کرتے ہیں۔

یہ نتائج علامہ کاسانیؒ کے منہج اور اسلوب کی گہرائی اور ان کے علمی مقام کی عکاسی کرتے ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپؒ کی کتاب نہ صرف فقہ حنفی کی ایک اہم تصنیف ہے بلکہ اس میں دیگر علمی جہتیں بھی شامل ہیں جو اسے وقت کے ساتھ زندہ رکھتی ہیں۔

مصادر و مراجع

[1]۔ ابن قطلوبغا، ابو الفداء زین الدین قاسم بن قطلوبغا السودنی الحنفی، متوفی: 879ھ، **تاج التراجم**، ت: محمد خیر رمضان یوسف، ناشر: دار القلم دمشق، طبع اول: 1413ھ / 1992ء، ص: 327؛ لکھنوی، ابو الحسنات محمد عبد الحي، متوفی: 1304ھ، **الفوائد البهية في تراجم الحنفية**، ت: بدر الدین الحلبی، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، مصر، طبع اول: 1324ھ، ص: 53۔

[2]۔ عبد الحي لکھنوی، **الفوائد البهية في تراجم الحنفية**، ص: 53

[3]۔ ابن عدیم، کمال الدین عمر بن أحمد بن ہبۃ اللہ العقیلی الحلبی، متوفی: 660ھ، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**، ت: مہدی عید الرواضیہ، ناشر: مؤسسۃ الفرقان، لندن، انگلینڈ، طبع اول: 1438ھ / 2016ء، جلد: 10، ص: 92۔

[4]-ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4347.

[5]-ابن قطلوبغا، **تاج التراجم**، ص: 328.

[6]-عبد الحي لکھنوی، **الفوائد البهية في تراجم الحنفية**، ص: 53

[7]-ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4348.

[8]- عماد اصبہانی، محمد بن محمد ابو عبد اللہ عماد الدین الأصبہانی، المتوفی: 597ھ، **"البرق الشامي"** ت: فالح حسین، ناشر: مؤسسہ عبد الحمید شومان، اردن، طبع اول: 1987ء جلد: 5، ص: 135۔

[9]-عماد اصبہانی، **"البرق الشامي"** ت: فالح حسین: 5 / 135۔

[10]-ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4348.

[11]-ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4348.

[12]۔ ملاحظہ ہو:

ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4348.؛ ابن قطلوبغا، **تاج التراجم**، ص: 328.

[13]۔ ابن عدیم، **بغية الطلب فى تاريخ حلب**: 10 / 4353؛ ابن قطلوبغا، **تاج التراجم**، ص: 328.؛ عبد الحي لکھنوی، **الفوائد البهية في تراجم الحنفية**، ص: 53.

[14]-کاسانی، "بدائع الصنائع": 1 / 2۔

[15]-کاسانی، "بدائع الصنائع": (1 / 2)

[16]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**: (1 / 2)

[17]-ایضا

[18]-ایضا

[19]-حاجی خلیفہ، "کشف الظنون" طبع: اسطنبول: 1 / 371۔

[20]- « حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي » (1 /100):

[21]- آپ کا نام عبد الحمید بن عیسی بن عمویہ بن یونس تھا، اَبو محمد کنیت رکھتے تھے، اور شمس الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ تبریز شہر کے قریب خسر وشاہ نامی گاؤں سے تعلق تھا، اس لیے خسر وشاہی کے نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ دمشق کے مقام پر سن چھ سو باؤن (652ھ) کو وفات پائی تھی۔ اپنے زمانے میں معقولات کے امام سمجھے جاتے تھے، فخر الدین رازی سے معقولات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ علم کلام سے خصوصی شغف تھا، البتہ فقہ میں بھی آپؒ نے علامہ شیرازیؒ کی کتاب "المہذب" کا اختصار کیا ہے۔ (صلاح الدین محمد بن شاکر بن اَحمد، متوفی:764ھ، **فوات الوفیات**، ت: احسان عباس، ناشر: دار صادر، بیروت، طبع اول:1973-1974، جلد:2، ص:257،258)

[22]-ابن عدیم، بغية الطلب فى تاريخ حلب:10 /4350.

[23]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(1 /2)

[24]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(1 /2،3)

[25]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /2)

[26]-ایضا

[27]-ایضا

[28]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /3)

[29]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /4)

[30]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /2)

[31]-ایضا

[32]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /28)

[33]-کاسانی، **"بدائع الصنائع"**:(2 /4)

[34]-ایضا

[35]-ایضا

[36]-ایضا

[37]-ایضا